کسٹم ڈیوٹی سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر: حضرت عمرؓ کے افکار کی روشنی میں ایک مطالعہ

Islamic Approach towards custom duty: A Study in the light of Hazrat Umar's Thought

*کلیم اللہ
**سلیم اللہ

Abstract

The tax fixed by the government on import and export of goods is called customs. During the time of Hazrat Umar (R.A), the governments of Iran and Rome had a constitution that whenever Muslims entered the borders of traders for trade, they used to collect fixed taxes from them. But when non-Muslim traders entered the Islamic State, no tax was collected from them, which would have caused trade deficit for the citizens of the Islamic State and non-Muslims would have been protected from this deficit. In this regard Hazrat Umar (may Allah have mercy on him) sent an order to the Governors saying: "Receive from them as much as they receive from Muslim traders. Take half a decade from the dhimmi and receive a dirham from the Muslims every forty dirhams, and there is nothing less than 200 dirhams. When the two hundred dirhams arrive, there are five dirhams in them, and when there are more than 200, receive it accordingly. Hazrat Umar suggested to continue trading between non-Muslims and Muslims and also to impose Ashure (tax) on them. However, it was given that the trader from who tax (Ashure) should be

*پی ایچ ڈی سکالر، یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں
**ایم فل سکالر، گومل یونی ورسٹی، ڈی آئی خان

collected once a year should not be taken again from any number of times in the year after that. What is the difference between the Ashure of the time of Hazrat Umar (R.A) and today's tax is called customs duty?

Keywords: Custom, duty, Umar, analysis

اسلام آزاد تجارت کا حامی ہے وہ اس امر کا داعی ہے کہ ایک ملک کی زائد پیداوار بلا روک ٹوک دوسرے ملک جاسکے، مگر ایران اور روم کی حکومتوں کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی بھی مسلمان تاجران کی سرحدوں میں تجارت کے لئے داخل ہوتے تو وہ حکومتیں ان سے مقررہ ٹیکس لیا کرتی تھیں۔ لیکن جب غیر (دوسرے مذاہب کے تاجر لوگ) اسلامی ریاست میں داخل ہوتے تو ان سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا جس کی وجہ سے اسلامی ریاست کے شہریوں کو تجارتی خسارہ ہوتا اور غیر مسلم اس خسارے سے محفوظ ہوتے۔ اس سلسلہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور پورا معاملہ سمجھنے کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک فرمان بھیجا جس کی کاپیاں تمام گورنروں کو ارسال کردیں۔ كتب أبو موسى الأشعري إلى عمرابن الخطاب "أن تجارا من قبلنا من المسلمين يأتون أرض الحرب فيأخذون منهم العشر"، قال فكتب إليه عمر: "خذ أنت منهم كما يأخذون من تجار المسلمين، وخذ من أهل الذمة نصف العشر، ومن المسلمين من كل أربعين درهما، وليس فيما دون المائتين شيء؛ فإذا كانت مائتين ففيها خمسة دراهم، ومازاد فبحسابه". حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تم بھی ان سے اتنا ہی وصول کرو جتنا وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ اہل ذمہ سے نصف عشر لے لو اور مسلمانوں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم وصول کریں اور دو سو سے کم درہم میں کچھ نہیں جب دو سو درہم کو پہنچ جائے تو اس میں پانچ درہم ہیں اور جب دو سو سے زائد ہو تو اس سے اسی حساب سے وصول کیجئے،،[1]

آپ نے اپنے اس فرمان میں نہ صرف غیر مسلموں بلکہ جو مسلمان یا ذمی، دارالحرب اور دارالاسلام کے درمیانی تجارتی کاروبار جاری رکھنے بلکہ ان پر بھی عشور (ٹیکس) لگانے کی تجویز دی۔ البتہ یہ رعایت دی کہ جس تاجر سے سال میں ایک مرتبہ ٹیکس (عشور) وصول کر لیا جائے وہ اس کے بعد سال میں جتنی بار بھی آئے، اس سے دوبارہ نہ لیا جائے۔ پہلی وصولی کے بعد انہیں سال بھر کے لئے رسید لکھ کر دے دی جاتی تھی[2]۔ اس سلسلہ میں ایسے مال کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ دو سو درہم یا بیس مثقال کی قیمت سے کم نہ ہو۔ فقہائے اسلام نے اس درآمدی ٹیکس کے جواز کے لئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ یہ محصول اسلامی ریاست کی

---

1 أبو یوسف یعقوب بن إبراھیم بن حبیب، الخراج، ج1، ص149، المکتبۃ الأزھریۃ للتراث۔

2 أبو عُبید القاسم بن سلاّم، کتاب الأموال، ج1، ص641، حدیث نمبر1664 دار الفکر. بیروت۔

اس حفاظت کا معاوضہ ہے جو وہ درآمد کنندگان کو مہیا کرتی ہے۔ امام سرخسی لکھتے ہیں: عاشر وہ ہے جس کو امیر نے تاجروں سے صدقات (عشور) وصول کرنے اور انہیں چوروں کی مقاومت سے بچانے کے لئے راستہ پر مقرر کیا ہو[3]۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ میں عشور کے بانی تھے البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے عشور / محصول چنگی میں اور آج کے محصول چنگی میں بہت بڑا فرق ہے یہ بالکل مختلف اور دو متبائن چیزیں ہیں یہ سارا تفصیل آرٹیکل میں ذکر کیا جائیگا۔

عشور کی تاریخی پس منظر:

تاریخ اقتصادیات اسلام میں عشور کا آغاز کب اور کیونکر ہوا؟

تمام فقہائے کرام، مسلم معیشت دان اور مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کا آغاز اس کے قوانین وضع کرنے والے اور اسے بیت المال کی آمدن کا باقاعدہ بنانے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابوعبید قاسم بن سلام فرماتے ہیں؛ قال: «أول من وضع العشر في الإسلام عمر»[4]

تفصیل یہ ہے کہ ایران اور روم کی سلطنتوں کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی مسلمان تاجر ان کی سرحد میں مال تجارت لے کر دخل ہوتے تو وہ اس سے مقررہ محصول (ڈیوٹی) لیا کرتے تھے اور اگر وہ سال میں متعدد مرتبہ آمدورفت رکھتا تو ہر دفعہ اسی قدر محصول ادا کرنا پڑتا تھا لیکن جب غیر مسلم اسباب تجارت لے کر اسلامی ممالک میں لے آتے تو وہ اس قسم کے محصول سے بری رہتے اس طرح گویا مسلمانوں کو تجارتی خسارہ تھا اور غیر مسلم اس خسارہ سے محفوظ تھے۔ چنانچہ آپ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ كتب أبو موسى الأشعري إلى عمرابن الخطاب "أن تجارا من قبلنا من المسلمين يأتون أرض الحرب فيأخذون منهم العشر"، قال فكتب إليه عمر: "خذ أنت منهم كما يأخذون من تجار المسلمين وخذ من أهل الذمة نصف العشر، ومن المسلمين من كل أربعين درهما، وليس فيما دون المائتين شيء؛ فإذا كانت مائتين ففيها خمسة دراهم، ومازاد فبحسابه".[5]،، ہماری طرف سے مسلمان تاجر ارض حرب سے آتے جاتے ہیں تو وہاں کے حکمران ان سے کسٹم لیتے ہیں (بھلا اب ہم کیا کریں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تم بھی ان سے اتنا لو جتنا وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں،،۔

آپ نے مفصل روئداد سن کر صوبوں کے عاملوں (گورنروں) کو تحریر فرمایا؛ کہ تم بھی اموال تجارت پر اسی قسم کا ٹیکس لیا کرو، اور نہ صرف غیر مسلموں سے بلکہ جو مسلمان ذمی بھی دارالحرب اور دارالاسلام کے درمیان تجارتی کاروبار کو جاری رکھتے ہیں ان سے بھی یہ محصول لیا جائے مگر جس شخص سے ایک بار وصول کر لیا جائے اندورن سال وہ کتنی ہی مرتبہ آمدورفت کا سلسلہ کیوں نہ جاری رکھے اس سے نہ لیا جائے نیز مسلمان ذمی اور کافر حربی کے درمیان محصول کی مقدار میں بھی تفاوت رہے اور یہ

---

[3] السرخسي محمد بن أحمد بن أبي سهل، المبسوط، ج2، ص199، دار المعرفة بيروت، 1993م۔

[4] أبو عُبيد القاسم بن سلاّم، كتاب الأموال، ج1، ص642، حديث نمبر1666۔

[5] أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب، الخراج، ج1، ص149۔

مال دوسو درہم یا بیس مثقال کی قیمت سے کم نہ ہو ورنہ (محصول) عشور سے محفوظ رہے گا۔ سو اس طریقہ سے حاصل شدہ محصول کا نام،، عشور،، ہے اور یہ محصول مسلمان کے مال تجارت میں سے چالیسواں اور ذمی کے اسباب تجارت سے بیسواں اور حربی کے مال تجارت سے دسواں حصہ لیا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق منبج کے عیسائیوں نے جو اس وقت تک اسلامی ریاست کے محکوم نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ انہیں عشر کی ادائیگی کی شرط پر عرب میں تجارت کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے ان کی درخواست کو منظور فرمالیا اور وہ اسلامی ریاست میں تجارتی کاروبار کے لئے آنے جانے لگے جیسے روایت میں ہے عن عمرو بن شعيب أن منبج -قوم من أهل الحرب- وراء البحر كتبوا إلى عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: "دعنا ندخل أرضك تجارا وتعشرنا"، قال: فشار عمر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك؛ فأشاروا عليه به، فكانوا أول من عشر من أهل الحرب[6]۔ بعد میں ذمیوں اور مسلمانوں پر بھی قانون لاگو کر دیا گیا اور یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عشور ذریعہ آمدن بنایا گیا۔

عشور کی لغوی، اصطلاحی معنی:

لفظ عشور ماخوذ ہے عشر سے اور یہ عشرہ اجزاء میں سے ایک جز ہے اور یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ مسلمان سے ربع عشر، ذمی سے نصف عشر اور حربی سے عشر لیا جاتا۔ عشور سے مراد وہ مال جو عاشر (عامل) تاجر کے اس مال سے لیتا ہے جو بغرض تجارت اسلامی ریاست کے حدود داخل کر کے لائیں اور یہ چنگی محصول کے ساتھ مشابہ ہے[7]۔

عشور کا حکم:

عشور کا حکم کتاب اللہ یا سنت میں ذکر نہیں البتہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے صحابہ کرام کی موجودگی میں وضع ہوا اور کسی صحابی رسول نے اس پر نکیر نہیں فرمائی گویا یہ اجماع صحابہ سے ثابت ہوا اور اسلام میں عشور کا واضع اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے[8]۔

مسلمان تاجر پر عشور کیوں؟

ابتداء میں صرف اجنبی مملکت کے باشندوں (حربیوں) سے عشر لیا جاتا تھا یہ بات ظاہر ہے کہ تاجر اپنے تجارتی مال کا جو محصول ادا کرتا ہے وہ اپنی جیب سے نہیں بلکہ خریداروں کی جیب سے ادا کرتا ہے۔ اس طرح جب حربی تاجروں سے محصول وصول کیا جائے اور ذمیوں اور مسلمان تاجروں سے نہ لیا جائے تو لازمی نتیجہ ہے کہ ذمیوں اور مسلمانوں کا مال تو بک جائیگا اور حربی تاجروں کو یا تو ذمی اور مسلمان تاجر جس قیمت پر بیچ رہے ہیں۔ اسی قیمت پر بیچنا پڑے گا یا ان کا مال نہ بک سکے گا۔ کیونکہ مماثل

---

6 أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب، الخراج، ج1، ص149۔

7 الإفريقي، ابن منظور محمد بن مكرم بن علي، لسان العرب، ج4، ص470-472، مادہ عشر، دار صادر بيروت، الطبعة الثالثة 1414ھ۔

8 أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب، الخراج، ج1، ص149۔

اشیاء کی کسی بازار میں بھی دو قیمتیں نہیں ہوتیں ایک ہی ہو سکتی ہے۔ چونکہ اس طرح حربی تاجروں کا نقصان ہوتا تھا[9]۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمی تاجروں اور مسلم تاجروں پر بھی درآمد کا محصول لگایا جبکہ خود اپنی ہی رعایا کے علاوہ دوسروں سے محصول درآمد لینے کا رواج قدیم زمانے میں بھی تھا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری سے پوچھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سے کیوں محصول درآمد وصول کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان سے زمانہ جاہلیت میں بھی محصول لیا جاتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو برقرار رکھا۔

تحصیل عشور میں مسلمانوں کے لئے زکواۃ کا لحاظ کیوں رکھا گیا ہے؟

زکوٰۃ کی خصوصیت میں سب سے نمایاں اور پر اثر خصوصیت ایمان اور احتساب کا وہ جذبہ ہے جس سے موجودہ حکومت کا ظالمانہ یا عادلانہ سبھی ٹیکس پورے طور پر محروم ہیں بلکہ زکوٰۃ کے برعکس ان میں ناراضگی، گرانی اور بد دلی کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ ٹیکس دینے والا یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ ٹیکس خدا کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے اور اسے اجر ملے گا بلکہ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ ٹیکس لگانے والے اسی کے جیسے انسان ہیں اور شاید اس سے بھی زیادہ پنچ اور ہیچ ہیں۔ پھر اس سے حاصل شدہ آمدنی زیادہ تر رنگ رلیوں پر اپنے اقتدار کے محفوظ رکھنے پر یا چند اشخاص اور مخصوص پارٹیوں کے مفاد میں خرچ ہوتی ہے۔ مزید بر آں ٹیکسوں کے ساتھ افہام وتفہیم کی قوت کی بجائے جرمانے کی دھمکیاں، سزائیں اور خشک وسخت قوانین ہوتے ہیں جن سے عوام میں ناراضگی اور بے چینی بڑھی جاتی ہے

زکوٰۃ اور ٹیکس میں دوسرا نمایاں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ دولت مندوں سے لے کر وہیں کے غریبوں میں تقسیم کردی جاتی ہے لیکن اس کے بالمقابل شخصی یا عوامی حکومتوں کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ ٹیکس زیادہ تر متوسط طبقے اور غریبوں سے زیادہ وصول کئے جاتے ہیں اور زیاہ تر مالداروں کی طرف لوٹادئے جاتے ہیں۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زکوٰۃ کی روح خدا کا خوف واطاعت اور غریبوں کے حال پر غمخواری اور شفقت ہے جب کہ ان ٹیکسوں میں خدا کی معصیت، دل کی سختی، حد سے بڑھی ہوئی حرص اور غریبوں کی ضرورتوں اور ان کی فقر وکمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی زبردست خواہش ہے۔ زکوٰۃ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس سے ہمدردی وغمخواری کی روح عام ہوتی ہے اور معاشرے میں خوشحالی نظر آتی ہے مالوں میں برکت اور دلوں میں الفت پیدا ہوتی ہے ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے۔

تاجروں کے اقسام:

ماقبل اثر سے معلوم ہوا کہ عشور کے تناظر میں تاجروں کے کئی اصناف ہیں اور ان اصناف کی وجہ سے عشور کے مقدار میں فرق ہے۔

مسلم تاجر :اہل ذمہ تاجر 3:حربی تاجر۔

مسلم تاجر:

9 اسلام کے معاشی نظریے ج2، ص638، مطبعۃ ابراہیمیہ حیدرآباد، 1955۔

مسلم تاجر کے بارے میں کئی احادیث وارد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تاجر سے تجارت پر محصول چنگی لینا جائز نہیں۔ اور اسمیں اصح حدیث وہ روایت ہے جو صحیح مسلم وغیرہ نے ذکر کیا ہے" ایک عورت نے زنا کیا تھا پھر توبہ کر کے اس پر حد جاری ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں فرمایا: لقد تابت توبة لو تابها صاحب مكس لغفر له» ایسا توبہ کیا ہے کہ اگر یہ توبہ محصول چنگی لینا والا کرلیتا اس کا بھی مغفرت ہوتا"[10]۔ ایک دوسرے حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لا يدخل الجنة صاحب مكس» [11]کہ محصول چنگی لینا والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ علماء نے صاحب مکس (محصول چنگی لینے والا) اس کو کہا ہے جو مسلمان تاجروں کے اموال سے عشور کے نام پر محصول چنگی لیتا ہو جب یہ تاجر اس کے پاس سے مال گزار کے لے جاتا ہو، نیز یہ وہ عامل نہیں ہوتا جو مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ لینے کے لئے مقرر ہو، لیکن جو عشور ذمی لوگوں سے لیا جاتا ہے جو مسلمانوں کے شہروں میں مال تجارت لاکر تجارت کرنے کے لئے آتے ہوں ہو تو یہ (ٹیکس) چنگی شمار نہیں ہوتا اور نہ وعید میں شمار ہوتا جب تک عشور لینے میں ظلم اور تجاوز نہ کریں[12]۔ اسی طرح ذمی اور مسلمان دونوں سے عشور لینے کے بارے میں بھی آثار آئے ہیں، ان آثار میں سے ایک قول زیاد بن حدیر کا ہے، فرماتے ہیں: عن زياد بن حدير، قال: ما كنا نعشر مسلما ولا معاهدا، قال: قلت: فمن كنتم تعشرون؟ قال: " تجار أهل الحرب، كما يعشرونا إذا أتيناهم "[13] (ہم مسلمانوں اور ذمیوں سے عشور نہیں لیتے۔ کسی نے کہا تو پھر کس سے لیتے ہو؟ فرمایا! حربی لوگوں سے لیتے ہیں جیسے ہم ان کے ہاں جاتے ہیں تو وہ ہم سے لیتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے زیاد فرماتے ہیں: عن زياد بن حدير، قال: " بعثني عمر رضي الله عنه----------ونهاني أن أعشر مسلما , أو ذا ذمة يؤدي الخراج [14]"(عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے مسلمان اور ذمی جب مسلمان زکوٰۃ اور ذمی خراج ادا کرتا ہو ان سے چنگی لینے سے منع کیا ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خط جو عراق کے فتح کرنے پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا قال: كتب عمر إلى سعد حين افتتح العراق: " أما بعد:------ ولا عشور على مسلم، ولا على صاحب ذمة، إذا أدى المسلم زكاة ماله، وأدى صاحب الذمة جزيته التي صالح عليها، إنما العشور على أهل الحرب، إذا استأذنوا أن يتجروا في أرضنا، فأولئك عليهم العشور "[15] (کہ مسلمان پر چنگی نہیں جب وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور ذمی پر نہیں جب وہ مقررہ جزیہ ادا کرتا ہو جس پر اس سے معاہدہ ہوا ہے۔ البتہ چنگی حربی لوگوں پر ہے جب وہ ہمارے زمیں پر آکر تجارت کرنے

---

[10] القشيري مسلم بن الحجاج، الصحيح المسلم، ج3، ص1323، حديث نمبر1695، دار احياء التراث العربي بيروت۔

[11] السجستاني، أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، ج3، ص132، حديث نمبر2937، المكتبة العصرية، صيدا بيروت

[12] السرخسي محمد بن أحمد بن أبي سهل، المبسوط، ج2، ص199۔

[13] أبو زكرياء يحيى بن آدم بن سليمان، الخراج، ج1، ص69، المطبعة السلفية ومكتبتها، الطبعة الثانية، 1384۔

[14] أبو زكرياء يحيى بن آدم بن سليمان، الخراج، ج1، ص61۔

[15] أبو زكرياء يحيى بن آدم بن سليمان، الخراج، ج1، ص45۔

کے لئے اجازت مانگے تو ان پر عشور ہے۔ اسی طرح جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، أنه سأل ابن عمر: أعلمت أن عمر أخذ من المسلمين العشر؟ قال: لا، لم أعلمه کیا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے چنگی لیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا! نہیں، مجھے معلوم نہیں۔ ماقبل سے معلوم ہوا کہ مسلمان تاجر پر چنگی نہیں البتہ ان سے زکوٰۃ لیا جائیگا جب مال تجارت لے کے جارہا ہو۔ کیونکہ مسلم ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ مال زکوٰۃ جمع کرے اور مصارف زکوٰۃ میں خرچ کرے اور یہ ایک قسم کی ان لوگوں کے ساتھ رفاقت ہے جو اموال باطنہ کے مالک ہیں اور اسلامی دارالخلافہ کے شہر سے دور رہتے ہیں جو اموال زکوٰۃ کو دارالخلافہ تک پہنچانے میں مشقت کا سامنا کرتے ہیں لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشارین کو حکم دیا کہ ان سے وہاں زکوٰۃ لیا جائے۔

تاجر ذمی:

آثار سابقہ اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ اہل ذمہ سے تجارت کے اموال میں چنگی لینا جائز نہیں اور اسمیں اہل علم کا اختلاف بھی رہا ہے۔ امام شافعی اور ابن حزم رحمهما اللہ تعالیٰ اہل ذمہ سے محصول چنگی لینا جائز نہیں سمجھتے جب تک ان کے ساتھ معاہدہ میں نہ لکھا ہو البتہ شوافع حضرات ان سے حجاز کا زمین مستثنیٰ کرتے ہیں۔ لہذا ان کے نزدیک جب ذمی لوگ تجارت کے اموال کے ساتھ حجاز زمیں میں داخل ہونگے تو ان سے چنگی لینے کی اجازت ہے[16]۔ اور مالکی حضرات ذمی سے چنگی لینا جائز قرار دیتے ہیں جب مال تجارت کے ساتھ بلد الاقامہ سے دوسرے شہر کی طرف منتقل ہو کر تجارت کرتا ہو۔ البتہ اگر تجارت بلد الاقامہ کے اندر کرتا ہو تو اس پر کچھ نہیں۔ اور اسکی مثال یہ ہے جب ذمی اہل شام میں سے ہو تو اس پر چنگی اس وقت تک نہیں جب تک شام کے بلاد میں تجارت برابر جاری رکھے لیکن جب تجارت کے لئے مال تجارت کے ساتھ مصر یا عراق کے لئے جانا ہوا تو اس سے عشور لیا جائیگا ہے[17]۔ حنفیہ اور حنابلہ اہل ذمہ سے مطلقاً چنگی لینے کے قائل ہیں خواہ وہ بلد الاقامہ میں ہو یا اس بلد سے دوسرے بلد کی طرف منتقل ہوتے ہو۔ اور جو آثار مسلم اور ذمی سے چنگی لینے کی ممانعت کے بارے میں وارد ہوئے ہیں تو ابوعبید کہتے ہیں کہ اس سے عشر تام لینے مراد ہے اور احادیث میں ممانعت عشر تام لینے کے بارے میں وارد ہوئی ہے جیسے حربی تاجر لوگوں سے عشر تام لیا جاتا ہے جبکہ مسلمانوں سے ربع عشر اور اہل ذمہ سے نصف عشر لیا جاتا ہے[18]۔

حربی تاجر:

16 الشافعي أبو عبد اللہ محمد بن إدريس، الأم، ج4، ص216-217، دار المعرفة بيروت، 1410ھ۔

17 مالک بن أنس بن مالک، موطأ الإمام مالک، ج1، ص279، حدیث نمبر 45، محقق محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بيروت لبنان، 1985م۔

18 أبو عُبيد القاسم بن سلاّم، کتاب الأموال، ج1، ص636، حدیث نمبر 1639۔

اصل یہ ہے کہ حربی تاجروں سے عشور / چنگی لیا جائیگا جب وہ مسلمانوں کے زمیں میں تجارت کے غرض سے داخل ہونا چاہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مسلم تاجروں سے چنگی لیتے تھے جب ان کے زمیں میں تجارت کے غرض سے داخل ہوتے تھے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے ان جیسا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا[19]۔ جیسا کہ بعض حربی تاجروں نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ انہیں عشر کی ادائیگی کی شرط پر دارالاسلام میں تجارت کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کرنے کے بعد ان کی درخواست کو منظور فرمالیا اور اس پر اتفاق کیا۔ اور وہ اسلامی ریاست میں تجارتی کاروبار کے لئے آنے جانے لگے[20]۔

عشور کے مقادیر (نصاب):

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاست عشور کی مقرر کرنے میں غلبے کا اعتبار ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ مقادیر مقرر کرنا اجتھادی ہے اس حیثیت سے کہ اس میں مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق کمی وبیشی کرنا ممکن ہے۔

اہم اعتبارات / وجوہات جو عشور کی مقدار میں موثر ہیں۔ درجہ ذیل ہیں۔

1۔۔ **تاجر کی نوعیت:**

تاجر مسلمان ہوسکتا ہے۔ ذمی بھی ہوسکتا ہے اور حربی بھی ہوسکتا ہے اور مقرر عشور تاجر کی نوعیت کے ساتھ مختلف ہوتا ہے حضرت عمر کا وہ خط جو ایک عامل کو لکھا تھا جس میں لکھا تھا: کہ مسلمان تاجر سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور ذمی سے بیس درہم پر ایک درہم اور جس کے ساتھ معاہدہ نہیں (حربی وغیرہ) اس سے ہر دس درہم پر ایک درہم لے لیا کر[21]۔

2۔۔ **تجارت کی نوعیت:**

عشور کی مقدار امپورٹڈ سامان اور مسلمانوں کی ضرورت کی تناظر میں متاثر ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جن امپورٹڈ سامان کی حاجت مسلمانوں کو زیادہ ہو تو اس پر کسٹم ڈیوٹیز کم کیا جاسکتا تاکہ اس کا درآمد زیادہ ہو۔ اور اگر اس کی ضرورت کم ہو تو کسٹم ڈیوٹیز کی مقدار بڑھایا جاسکتا ہے تاکہ درآمد کم ہو اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گندم اور تیل میں نصف عشر لیتے تھے تاکہ اس کا ورود شہر میں زیادہ ہو۔ جبکہ دال وغیرہ میں عشر لیتے تھے جیسے روایت میں ہے عن أبيه، أن عمر بن الخطاب كان «يأخذ من النبط من الزيت والحنطة نصف العشر؛ لكي يكثر الحمل إلى المدينة، ويأخذ من القطنية العشر»[22]۔

3۔۔ **مقام تجارت:**

[19] أبو یوسف یعقوب بن إبراهیم بن حبیب، الخراج، ج1، ص149۔

[20] ایضا

[21] أبو یوسف یعقوب بن إبراهیم بن حبیب، الخراج، ج1، ص149.

[22] مالک بن أنس بن مالک، موطأ الإمام مالک، ج1، ص281، حدیث نمبر46۔

ذمی لوگوں کے ساتھ معاہدہ میں اگر کسی خاص شہر میں رہ کر تجارت کرنے کا شرط لگایا گیا ہو اور اس خاص شہر میں رہ کر تجارت کرنے کی آزادی دی گئی ہو لیکن وہ دارالاسلام میں مشروط شہر سے نکل کر دوسرے شہر میں تجارت کے لئے منتقل ہو جائیں تو اس سے کسٹم ڈیوٹیز لی جائیگی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسٹم ڈیوٹیز کی مقدار پر مقام تجارت بھی اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ذمی لوگوں کا کسٹم ڈیوٹیز معاف ہوتا لیکن جب حجاز میں تجارت کے لئے داخل ہوتے تو پھر لیا جاتا تھا کیونکہ ان لوگوں کا حجاز کے زمیں میں بغیر اجازت کے داخلہ ممنوع تھا اور جب داخلہ کی اجازت ہوتی تھی تو ان سے کسٹم ڈیوٹیز لی جاتی اور مدت اقامت بھی متعین کیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں مدینہ منورہ کے راستوں پر کسٹم ڈیوٹیز لینے کے لئے عمال مقرر کئے تھے جو ان ذمی تاجر لوگوں سے کسٹم ڈیویز لیتے تھے[23] جنہیں مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت تھی اور تین دن تک مدت اقامت مقرر تھی جسمیں وہ اپنا سامان تجارت بیچ سکتے تھے اور اپنے حوائج پورے کرسکتے تھے جیسے روایت میں ہے عن ابن عمر، أن عمر، أخرج اليهود والنصارى والمجوس من المدينة، وضرب لمن قدمها منهم أجلا، إقامة ثلاث ليال قدر ما يبيعون سلعهم، ولم يكن يدع أحدا منهم يقيم بعد ثلاث ليال،[24]۔

مدت اقامت:

مدت اقامت بھی کسٹم ڈیوٹیز کی مقدار پھر اثر انداز ہو سکتا ہے جیسے زیاد بن حدیر سے روایت ہے عن زياد بن حدير، قال: كتبت إلى عمر رضي الله عنه , في أناس من أهل الحرب يدخلون أرضنا أرض الإسلام , فيقيمون؟ قال: فكتب إلي عمر: " إن أقاموا ستة أشهر فخذ منهم العشر، وإن أقاموا سنة فخذ منهم نصف العشر **فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے بارے میں خط لکھا جو حربی لوگ زمین حرب سے آکر ہمارے زمین (دارالاسلام) میں اقامت اختیار کرتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ مجھے جوابا لکھا! کہ جو لوگ چھ مہینے اقامت اختیار کرتے ہیں ان سے عشر لے لو اور جو ایک سال گزارتے ہیں ان سے نصف عشر لے لو**[25]۔

معاملہ بالمثل:

کسٹم ڈیوٹیز کی مقدار مقرر کرنے میں معامل بالمثل کا بھی اعتبار کیا جاسکتا ہے اور اس پر یہ دلالت کرتا ہے کہ جب ابوموسیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مسلمان تاجر جب دارالحرب میں داخل ہوتے ہیں تو ان سے عشر لیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں

---

23 ابن سعد أبو عبد الله محمد بن سعد، الطبقات ابن سعد (الطبقة الخامسة من الصحابة)، ج2، ص229، حديث نمبر687، مكتبة الصديق الطائف، الطبعة الأولى، 1414ھ۔

24 ابن زنجويه، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة، الأموال لابن زنجوية، ج1، ص275، حديث نمبر417، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية، الطبعة الأولى، 1986م۔

25 أبو زكرياء يحيى بن آدم، الخراج، ج1، ص68۔

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوابا لکھا کہ آپ بھی ان سے عشر لے لو جب یہ دارالاسلام میں داخل ہو جائیں[26]۔ دوسری روایت میں ہے قال: سأل عمر المسلمين: كيف يصنع بكم الحبشة إذا دخلتم أرضهم؟ فقالوا: يأخذون عشر ما معنا قال: «فخذوا منهم مثل ما يأخذون منكم» حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ اہل حبشہ کیا معاملہ کرتے ہیں جب تم ان کے زمین میں داخل ہوتے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس جتنا مال تجارت ہو اس کا دسواں حصہ لیتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بھی ان سے اتنا لیا کرو جتنا وہ لیتے ہیں[27]۔

تیسرا مسئلہ: عشور / کسٹم ڈیوٹیز معاف کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ سے فرمایا: (کہ تم اہل حرب میں سے اتنا لیا کرو جتنا وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں اور اہل ذمہ سے نصف عشر اور مسلمانوں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور (مسلمانوں پر) دوسو (درہم) سے کم پر کچھ نہیں جب دوسو پورے ہو جائے تو پانچ درہم اور جو اس سے زیادہ ہو تو اسی حساب کے مطابق لیا کرو[28]۔ اثر مذکور سے معلوم ہوا کہ ماقبل معافی مسلم تاجر کے لئے ہے جب اس کی مال تجارت نصاب سے کم ہو۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اگر مسلمانوں کے علاوہ تاجروں کا مال کا اگر حد مقرر سے کم ہو تو کیا ان سے عشور / کسٹم ڈیوٹیز معاف کیا جاسکتا ہے؟ اس مسئلے میں دو اقوال ہیں۔ بعض علماء نے یہ عفو مسلمان تاجروں کے ساتھ خاص کیا ہے ان نصوص شرعیہ کے مطابق جو نصاب زکوۃ کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ یہ عفو مسلم تاجروں کے علاوہ دوسرے تاجروں کو بھی شامل ہے اور وہ اس قول کی تائید میں وہ خط پیش کرتے ہیں جو عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کسٹم ڈیوٹیز لینے کے لئے ایک عامل کو جاری کیا تھا۔ فرماتے ہیں: اہل ذمہ میں سے جو لوگ اموال تجارت آپ کے پاس مال تجارت گزارتے ہیں تو تم ہر بیس دینار پر ایک دینار لیا کرو۔ اگر کم ہو جائے تو اس حساب سے یہاں تک کہ دس دینار کو مالیت پہنچ جائے لیکن اگر ثلث دینار سے کم ہو جائے تو ان سے کچھ نہ لینا۔ اور ان کے لئے ایک خط لکھنا کہ اس جیسا آیندہ سال لیا جائیگا۔ لیکن ان دونوں اقوال کے تطبیق یہ کیا جاسکتا ہے کہ تمام تاجروں کے لئے عشور کا حد ادنیٰ مقرر کرنا امام کی اجتھاد کی طرف راجع ہے اگر مصلحت تقاضہ کرتا تھا تو مقرر کیا جاسکتا ہے۔

عشور دوبارہ نہ لینا:

زیاد بن حدیر فرماتے ہیں عن زياد بن حدير، قال: كنت أعشر بني تغلب كلما أقبلوا وأدبروا، فانطلق شيخ منهم إلى عمر، فقال: إن زيادا يعشرنا كلما أقبلنا وأدبرنا، فقال: " تكفى ذلك "، ثم أتاه الشيخ بعد ذلك وعمر في جماعة،

---

26 أبوزكرياء يحيى بن آدم، الخراج، ج1، ص69۔

27 أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع، مصنف عبد الرزاق، ج6، ص98، حدیث نمبر 10121، محقق، حبيب الرحمن الأعظمي، المجلس العلمي الهند، طبعة ثانية، 1403

28 أبوزكرياء يحيى بن آدم، الخراج، ج1، ص69۔

فقال: يا أمير المؤمنين , أنا الشيخ النصراني، فقال عمر رضي الله عنه: " وأنا الشيخ الحنيف، قد كفيت ". قال فكتب إلي: " لا تعشرهم في السنة إلا مرة "کہ میں بنو تغلب سے عشر لیتا تھا جب وہ آتے یا جاتے تھے (دونوں صورتوں میں ان سے عشور لیتا تھا) تو ان میں سے ایک شیخ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ زیاد ہم سے آنے جانے دونوں حالتوں میں عشور لیتا ہے تو آپ نے فرمایا یہ کہنا تیرا لئے کافی ہو جائیگا۔ پھر یہ بزرگ کچھ وقت بعد آیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک جماعت میں تھا اور کہنا لگا یا امیر المومنین! میں (وہی) نصرانی شیخ ہوں تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حنیفی شیخ (یعنی مسلمان) ہوں۔ تیرا یہ کہنا کافی ہوا۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھا: کہ ان سے سال میں ایک مرتبہ عشور / کسٹم ڈیوٹیز لینا[29]۔ یہ اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر قسم کے تجارتی مال سے سال میں ایک مرتبہ کسٹم ڈیوٹیز لیا جائے اور اس میں تکرار نہیں ہو گا جب تک تاجر اس مال کے علاوہ دوسرے مال کے ساتھ گذرے یا اسی مال تجارت پر سال گذر جائے تو پھر اس سے دوبارہ عشور / کسٹم ڈیوٹیز لیا جائے گا۔

کسٹم ڈیوٹیز کے اہداف اور اسکے اقتصادی اثرات:،،امپورٹ اشیاء کو کنٹرول میں لانا

یہ درآمدی ٹیکس لچک دار بھی ہے کیونکہ جو اشیاء مرغوب نہ ہو یا رعایا کی مفاد میں نہ ہو یعنی جن اشیاء کی درآمد بڑھانا یا کم کرنا مطلوب ہو ان پر ٹیکس کم یا زیادہ لگا کر اس کی حوصلہ افزائی یا حوصلہ شکنی کی جاسکتی ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ گیہوں ، تیل کے محصول میں معینہ مقدار میں نصف تک کمی کر دی کہ مدینہ منورہ میں اس کی درآمد بڑھ جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے عشور / محصول چنگی میں اور آج کے محصول چنگی میں بہت بڑا فرق ہے یہ بالکل مختلف اور دو متبائن چیزیں ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو عشور / محصول چنگی کا نظام قائم کیا تھا وہ اس دور کا ٹیکس نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کے اموال زکواۃ کو بطور محصول وصول کرنے کا حکم فرمایا تھا جس میں موال زکواۃ، شرح زکواۃ، اور سال کا گزرنا وغیرہ کا لحاظ کیا جاتا۔ جبکہ موجودہ دور کی محصول چنگی میں، اموال زکواۃ، شرح زکواۃ، اور سال کا گزرنا، کسی بھی چیز کا لحاظ نہیں کیا جاتا ۔ نیز عشور کے مقادیر مقرر کرنا اجتھادی ہے اس حیثیت سے کہ اس میں مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق کمی وبیشی ممکن ہے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ امام ابو یوسف کے بیان سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو محصول چنگی نظام تھا وہ اس دور کے محصول چنگی نظام کی طرح ہی تھا۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے عشور / محصول چنگی میں اور آج کے محصول چنگی میں بہت بڑا فرق ہے یہ بالکل دو متبائن اور مختلف چیزیں ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو عشور / محصول چنگی کا نظام قائم کیا تھا وہ اس دور کا ٹیکس نہیں تھا بلکہ اموال زکواۃ کو بطور محصول وصول کرنے کا حکم تھا۔ جبکہ موجودہ دور کی محصول چنگی میں، اموال زکواۃ، شرح زکواۃ، اور سال کا گزرنا، کسی بھی چیز کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں وكل ما أخذ من المسلمين من العشور فسبيله سبيل الصدقة ما يؤخذ من أهل الذمة

[29] ایضا

جميعا وأهل الحرب سبيل الخراج، وكذلك ما يؤخذ من أهل الذمة جميعا من جزية رءوسهم وما يؤخذ من مواشي بني تغلب؛ فإن سبيل ذلك كله سبيل الخراج، يقسم فيما يقسم فيه الخراج وليس هو كالصدقة، قد حكم الله في الصدقة حكما قد قسمها عليه فهي على ذلك،،،اور مسلمانوں سے جو چنگی کے طور پر جو کچھ لیا جائیگا اسکی حیثیت زکوۃ کی ہو گی۔اور مختلف ذمیوں اور حربی افراد سے جو لیا جائیگا اس کی حیثیت خراج کی ہو گی،یہی حیثیت ان محاصل کی بھی ہے۔جو ذمیوں سے جزیہ کے طور پر یا بنو تغلب کے مویشیوں میں سے وصول کئے جاتے ہیں ان سب کی حیثیت خراج کی ہے اور ان کو ان مصارف پر لگایا جائے گا جن پر خراج کا مال لگایا جاتا ہے۔ان کی حیثیت زکوۃ کی نہیں۔زکوۃ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے ذریعے متعین کئے ہیں اور انہی پر عمل ہوتا ہے[30]۔

خلاصہ بحث

(1)اسلامی حکومت مسلمانوں کے اموال تجارت سے جو عشور بطور محصول چنگی وصول کرے گی اس کی حیثیت صدقہ (واجبہ)زکواۃ کی ہو گی۔اس لئے حکومت محصول کرتے وقت نصاب زکواۃ اور شرح زکواۃ بلکہ تمام قوانین زکواۃ کو ملحوظ رکھتے ہوئے وصول کرے گی۔(2)مقدار واجب سے زیادہ مطالبہ کر کے ان سے ظلم نہیں کیا جائیگا۔(3)اگر مقدار واجب سے زیادہ مطالبہ کیا تو اس وقت حکومت نہ وصولی زکواۃ کی مجاز ہو گی اور نہ زکوۃ دینے والے لوگ حکومت کو زکواۃ دیں گے۔(4)غیر مسلم ذمی یا حربیوں سے جو مال بطور محصول وصول کیا جائیگا ان کا حکم خراج جیسا ہو گا اور یہ مال مصرف خراج میں خرچ کیا جائیگا۔(5) چونکہ مسلمانوں کے اموال میں سے جو مال بطور محصول وصول کیا جائیگا اس کی حیثیت زکواۃ اور صدقہ واجبہ کی طرح ہے۔اس لئے اس کو زکوۃ اور صدقہ واجبہ کے مصرف میں خرچ کیا جائیگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے عشور / محصول چنگی میں اور آج کے محصول چنگی میں بہت بڑا فرق ہے یہ بالکل دو متبائن اور مختلف چیزیں ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو عشور / محصول چنگی کا نظام قائم کیا تھا وہ اس دور کا ٹیکس نہیں تھا بلکہ اموال زکواۃ کو بطور محصول وصول کرنے کا حکم تھا۔ جبکہ موجودہ دور کی محصول چنگی میں ،اموال زکواۃ،شرح زکواۃ،اور سال کا گزرنا،کسی بھی چیز کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

30 أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب، الخراج، ج1، ص148۔